۱۵

ان قربانیوں کے لئے تیار ہو جاؤ جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے

(فرمودہ ۱۲/ اپریل ۱۹۳۵ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میرا پچھلا خطبہ وقت کی تنگی کی وجہ سے نامکمل رہ گیا تھا اور میرا ارادہ تھا کہ خدا توفیق دے تو دوسرے جمعہ میں اسے مکمل کر دوں گا لیکن اس عرصہ میں چونکہ مجھے یہ معلوم ہؤا ہے کہ حکومت کے نزدیک بھی وہ احکام جو ہمارے بچوں کو ملتے رہے ہیں غلط ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں اب اس کے متعلق کچھ کہنا بے فائدہ ہوگا جو غرض تھی وہ پوری ہو چکی ہے۔

اس کے بعد میں یہ بات کہنی چاہتا ہوں کہ جیسا کہ میں نے جماعت کو توجہ دلائی تھی کہ ان میں سے ایک حصہ حیران ہے، وجہ کیا ہے کہ ایک آواز اُٹھتی ہے گورداسپور سے اس کی گونج پیدا ہو کر لاہور جا پہنچتی ہے مگر پھر بھی صدا بصحرا کا معاملہ رہتا ہے۔ میں نے اشارۃً اس طرف توجہ دلائی تھی کہ انسانی فطرت پاکیزہ ہے اور جب تک یقینی طور پر یہ معلوم نہ ہو جائے کہ کوئی شخص بددیانتی کر رہا ہے اس کے متعلق حسنِ ظنی سے ہی کام لینا چاہئے پھر اس امر کے لئے بھی یقین کی وجوہ ہمارے پاس موجود ہیں کہ انگریز حکام کے لئے بددیانتی کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ انگریزوں کو ہمارے جھگڑوں میں کوئی دخل نہیں اور بددیانتی انسان کسی وجہ سے ہی کر سکتا ہے کسی انگریز کو کسی خاص احمدی سے کوئی بغض یا

عداوت ہوتو ہو ورنہ انہیں ہمارے جھگڑوں سے کیا واسطہ ہے۔پس سوائے خاص حالت کے ہمارا فرض ہے کہ حسنِ ظنّی سے کام لیں۔اکثر واقعات جو ضلع گورداسپور میں ہوتے ہیں ان کی طرف اگر بالا افسر توجہ نہیں کرتے تو اس کی یہ وجہ نہیں کہ وہ ہمیں دکھ دینا چاہتے ہیں بلکہ یہ ہے کہ ان پر حقیقتِ حال ظاہر نہیں ہوئی۔فطرتی طور پر انسان اپنے ساتھ کام کرنے والوں کی بات زیادہ مانتا ہے۔دو بچے آپس میں لڑتے ہیں اور روتے ہوئے اپنی اپنی ماں کے پاس جاتے ہیں ہر ایک کی ماں اپنے بچے کو گلے سے چمٹا لیتی ہے اور دوسرے کے بچے کے متعلق کہتی ہے کہ وہ بڑا نالائق ہے کئی دفعہ سمجھایا ہے کہ دوسرے بچوں کو نہ مارا کرے مگر وہ باز نہیں آتا۔تو یہ فطرتی بات ہے کہ انسان پر پہلا اثر پاس رہنے والوں کا ہوتا ہے جب ایک احمدی ہمارے سامنے آکر ایک بات کہے تو ہم ضروری طور پر اسے درست سمجھیں گے سوائے اس کے کہ بات کرنے والے کا جھوٹ ظاہر ہو چکا ہو اور جب ہمارے لئے یہ ایک فطرتی بات ہے تو حکومت کے متعلق بھی ہمیں ایسا ہی سمجھنا چاہئے۔حکومت کے لئے بھی یہ طبعی امر ہے کہ وہ سپاہی، مجسٹریٹ یا ڈپٹی کمشنر کی رپورٹ کو سچا سمجھے، ایسا کرنا انسان کا ایک طبعی مَیلان ہے اور فطرت کا ایک ایسا تقاضا ہے جس کا شکار قریباً ہر انسان کو ہونا پڑتا ہے۔دنیا میں بہت کم ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اس اثر سے بالا ہوتے ہیں ورنہ بِالعموم سب اس اثر کے ماتحت ہوتے ہیں اور گورنمنٹ بھی اس سے بالا نہیں ہوسکتی اس لئے جب تک اس کے خلاف کوئی قطعی ثبوت نہ ہو ہمیں یہی سمجھنا چاہئے کہ حکومت کے بالا افسر بھی اس انسانی کمزوری کا شکار ہیں جس کا ہم بھی ہوتے ہیں اور شرارت سے ہمیں نقصان نہیں پہنچا رہے۔

اگر کوئی احمدی میرے سامنے آکر کوئی بات کہے تو میں اسے سچ سمجھ لوں گا ہاں اگر بعد میں وہ جھوٹ ثابت ہو جائے تو یہ اور بات ہے اور جو اثر ہم اپنی طبیعتوں پر محسوس کرتے ہیں وہی دوسروں کے متعلق سمجھنا چاہئے۔

شکایت کا موقع اُس وقت ہوتا ہے جب حق کھل جائے اور پھر بھی ضدّ کی جائے ورنہ یہ انسان کا طبعی تقاضا ہے کہ وہ اپنے ساتھ کام کرنیوالوں کی بات زیادہ مانتا ہے۔مجھے اپنی اس کمزوری کا اعتراف ہے کہ باوجود انصاف کی پوری خواہش کے سوائے قضاء کے وقت کے کہ اُس وقت میں بالکل خالی الذہن ہوتا ہوں، اگر دو شخص آکر میرے پاس کوئی روایت کریں ایک احمدی اور دوسرا غیر احمدی

تو میں احمدی کی بات کو ضرور سچ مانوں گا اور اسے زیادہ وزن دوں گا اس کی وجہ چاہے یہ سمجھ لو کہ میں ہمیشہ سچ کی تعلیم دیتا ہوں اور اس وجہ سے احمدیوں سے اسی کے مطابق عمل کرنے کی امید رکھتا ہوں۔ یا یہ کہ مجھے احمدیوں کے ساتھ دوسروں سے زیادہ اُلفت ہے۔ اور یا یہ کہ اس احمدی کے ساتھ مجھے کام کرنے کا موقع مل چکا ہوا اور اس طرح معلوم ہو چکا ہو کہ اس کے اندر سچائی زیادہ ہے۔ بہر حال وجہ خواہ کچھ ہو یہ قدرتی بات ہے کہ میں احمدی کو زیادہ سچا سمجھوں گا سوائے اس کے کہ مَیں قاضی کی حیثیت میں بیٹھا ہوں۔ یا اس احمدی کے کیریکٹر کی کمزوری اور غیر احمدی کی راست گفتاری کا مجھے پہلے سے تجربہ ہو چکا ہو۔ ہندوؤں، سکھوں، عیسائیوں، غیر احمدیوں غرضیکہ سب قوموں میں سچ بولنے والے لوگ ہوتے ہیں اور احمدیوں میں بھی بعض ایسے کمزور ہو سکتے ہیں جو کسی وقت جھوٹ بول دیں۔

پس اس کمزوری کو جو سب انسانوں میں پائی جاتی ہے حکومت کے معاملہ میں ہم نظر انداز نہیں کر سکتے اور اتنی ڈھیل ہمیں دینی پڑے گی جب تک کہ یقین نہ ہو جائے کہ عمداً بد دیانتی کی جا رہی ہے۔ عام حالات میں یہ سمجھنا پڑے گا کہ جو حال ہمارا ہے وہی حکومت کا بھی ہو سکتا ہے۔

پس ان حالات میں جو اصل علاج ہے وہ یہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ توجہ کریں دلوں کا حال سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا جسے میں سچا سمجھتا ہوں بالکل ممکن ہے اس نے بیس دفعہ سچ بولا ہوا اور اکیسویں دفعہ جھوٹ بول دے اور حکومت جسے سچا سمجھتی ہے اور جس کا سچا ہونا بیس دفعہ اس پر ظاہر ہو چکا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ اکیسویں بار جھوٹ بول دے اور اس وجہ سے چونکہ کسی بات کو یقینی اور قطعی نہیں کہہ سکتے اس لئے جن حکومتوں کی بنیاد سیاسیات پر ہوتی ہے ان کے لئے بہت سی دقتیں ہوتی ہیں جن کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے پس حقیقی کامیابی کا رستہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی مل سکتا ہے۔ آج سے بائیس سال قبل غالباً اگست یا ستمبر کا مہینہ تھا جب میں شملہ گیا ہوا تھا تو میں نے رؤیا دیکھا کہ میں ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی پر جانا چاہتا ہوں۔ ایک فرشتہ آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ تمہیں پتہ ہے یہ رستہ بڑا خطرناک ہے اس میں بڑے مصائب اور ڈراؤنے نظارے ہیں ایسا نہ ہو تم ان سے متأثر ہو جاؤ اور منزل پر پہنچنے سے رہ جاؤ اور پھر کہا کہ میں تمہیں ایسا طریق بتاؤں جس سے تم محفوظ رہو میں نے کہا ہاں بتاؤ۔ اس پر اس نے کہا کہ بہت سے بھیانک نظارے ہوں گے مگر تم اِدھر اُدھر نہ دیکھنا اور نہ ان کی طرف متوجہ ہونا بلکہ تم ”خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ“ کہتے ہوئے سیدھے چلے جانا ان کی

غرض یہ ہوگی کہ تم ان کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اگر تم ان کی طرف متوجہ ہو گئے تو اپنے مقصد کے حصول میں ناکام رہ جاؤ گے اس لئے اپنے کام میں لگ جاؤ۔ چنانچہ میں جب چلا تو میں نے دیکھا کہ نہایت اندھیرا اور گھنا جنگل تھا اور ڈر اور خوف کے بہت سے سامان جمع تھے اور جنگل بالکل سنسان تھا۔ جب میں ایک خاص مقام پر پہنچا جو بہت ہی بھیانک تھا تو بعض لوگ آئے اور مجھے تنگ کرنا شروع کیا تب مجھے معاً خیال آیا کہ فرشتہ نے مجھے کہا تھا کہ ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' کہتے ہوئے چلے جانا اس پر میں نے ذرا بلند آواز سے یہ فقرہ کہنا شروع کیا اور وہ لوگ چلے گئے۔ اس کے بعد پھر پہلے سے بھی زیادہ خطرناک راستہ آیا اور پہلے سے بھی زیادہ بھیانک شکلیں نظر آنے لگیں حتّٰی کہ بعض سر کٹے ہوئے جن کے ساتھ دھڑ نہ تھے ہوا میں معلّق میرے سامنے آتے اور طرح طرح کی شکلیں بناتے اور منہ چڑاتے اور چھیڑتے۔ مجھے غصہ آتا لیکن معاً فرشتہ کی نصیحت یاد آ جاتی اور میں پہلے سے بھی بلند آواز سے ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' کہنے لگتا اور پھر وہ نظارہ بدل جاتا یہاں تک کہ سب بلائیں دور ہو گئیں اور میں منزلِ مقصود پر خیریت سے پہنچ گیا۔ یہ رؤیا میں نے ۱۹۱۳ء کے اگست یا ستمبر میں بمقام شملہ دیکھا تھا۔

اور شملہ میں یہ خواب دیکھنے کا شاید یہ بھی مطلب ہو کہ حکومت کے بعض ارکان کی طرف سے بھی ہماری مخالفت ہوگی۔ اس رؤیا کو آج کچھ ماہ کم بائیس سال ہو گئے ہیں اسی دن سے جب میں کوئی مضمون لکھتا ہوں تو اس کے اوپر ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' ضرور لکھتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو بتایا ہے کہ تمہارے سامنے ایک مقصد ہے اسے پورا کرو۔ دشمن پورا زور لگائیں گے کہ تم دوسرے کاموں کی طرف متوجہ ہو جاؤ لیکن اگر ہم ایسا کریں تو ہمارا جو اصل کام ہے وہ نہیں ہو سکے گا۔ اگر ہم لڑائیاں کرنے لگیں، مقدمہ بازیاں کریں تو تبلیغ کس طرح کر سکیں گے۔ ایک اُٹھتا ہے اور گالیاں دینے لگتا ہے اور ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ میرا مقصد یہ ہے کہ آؤ اور مجھ پر مقدمہ کرو، پھر دوسرا اُٹھتا ہے اور اسی طرح کرنے لگتا ہے اگر میں ایسا کرنے لگ جاؤں تو پھر میرا جو کام ہے وہ کون کرے گا ان کی تو غرض ہی یہی ہے مگر ہمارا فرض یہ ہے کہ وہ بے شک گالیاں دیں، منہ چڑائیں مگر ہم اپنا کام کرتے جائیں۔ وہ ہمیں بے شک دنیا کی نظروں سے گرانے کی کوشش کریں لیکن اگر ہم اس رستہ پر چلتے جائیں جو کامیابی کا رستہ ہے تو ان کے چڑانے کا کیا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا

ایک الہام ہے کہ لَا نُبْقِیْ لَکَ مِنَ الْمُخْزِیَاتِ ذِکْرًا۔[1] یعنی جو گالیاں دی جارہی ہیں ہم ان کا ذکر بھی نہیں رہنے دیں گے اس کا یہی مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ جب ساری دنیا تعریف کرنے لگ جائے گی تو گالیاں خود بخود بند ہو جائیں گی ورنہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کاغذی گالیاں باقی نہ رہیں گی وہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود ہی نقل کر دی ہیں۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ گالیاں دینے والوں کی اولادیں تعریف کرنے لگ جائیں گی اور کہیں گی کہ ہمارے بڑے ایسے بیوقوف تھے کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ کو گالیاں دیتے تھے۔ پس اس میں اسی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اے ہمارے مسیح! تُو اپنے کام میں لگا رہ اور ان گالیوں کی طرف توجہ نہ کر کہ ان کو ہٹانا ہمارا ہی کام ہے اس لئے میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے مقصد کو نہ بھولے بلکہ ایک لحاظ سے تو ہمیں ان مخالفوں کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ ان کے ذریعہ ہمارے اندر بیداری پیدا ہوگئی مؤمنوں کو غفلت سے جگانے کے لئے کبھی اللہ تعالیٰ دشمن سے بھی کام لے لیتا ہے۔ حضرت معاویہ کے متعلق آتا ہے کہ ایک دفعہ شیطان انہیں نماز کیلئے جگانے آیا، واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ ان کی آنکھ نہ کھلی اور صبح کی نماز باجماعت سے رہ گئے یا نماز کا وقت گزر گیا اور وہ سوئے رہے، اس کا انہیں اتنا صدمہ ہؤا کہ سارا دن روتے رہے اور سارا دن سخت کرب میں گزرا۔ دوسری رات وہ سوئے تو دیکھا کہ کوئی جگا رہا ہے وہ اُٹھے کشفی نظارہ تھا، کوئی کہہ رہا تھا کہ اُٹھو نماز پڑھو۔ جگانے والے سے پوچھا کہ تُو کون ہے؟ تو اس نے کہا مَیں ابلیس ہوں۔ آپ نے کہا کہ تیرا کام تو نماز سے روکنا ہے پھر تُو نماز کے لئے کس طرح جگا رہا ہے۔ اس نے کہا بے شک میرا کام تو روکنا ہی ہے مگر کل جو آپ کی نماز رہ گئی تو آپ اس قدر روئے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا دیکھو! میرے بندے کو کتنا صدمہ نماز چھوٹ جانے کا ہے اسے سو نماز کا ثواب دیا جائے اس لئے میں نے سوچا کہ اگر آج بھی سوئے رہے تو سو نماز کا ثواب لے جاؤ گے اور میرا کام ثواب سے محروم رکھنا ہے اس لئے جگاتا ہوں کہ ایک کا ہی ثواب حاصل کر سکو اور سو کا نہ پاسکو تو کبھی انسان کو مخالف کی طرف سے بھی نیکی کی تحریک ہو جاتی ہے اگرچہ وہ تو مخالفت نقصان پہنچانے کے لئے ہی کرتا ہے مگر اس میں مؤمن کا فائدہ ہو جاتا ہے ایک مدت سے میری خواہش تھی کہ جماعت کو اس روش پر چلاؤں جو صحابہ کی تھی اور ان کو سادہ زندگی کی عادت ڈالوں، مغربی تمدن کے اثرات اور ایشیائی تمدن کے گندے اثرات سے بھی ان کو علیحدہ رکھوں مگر کوئی ایسی صورت نہ نکلتی تھی۔ کبھی میں

یہ سکیم بناتا تھا کہ ایک بورڈنگ بناؤں، کبھی انصاراللہ قائم کرنے کی تجویز کرتا تھا مگر ان میں سے کوئی تجویز دل کو نہ لگتی تھی تب اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ایسا دھکا لگایا کہ میں نے سمجھا اِس وقت میں جو کچھ کہوں گا سب مان لیں گے پس یہ اللہ تعالیٰ نے اس مخالفت سے ہمیں کتنا بڑا فائدہ پہنچایا ہے کہ مغربی اثرات بلکہ ان مشرقی اثرات سے بھی جو مسلمانوں کی کمزوری کے زمانہ میں ان کے اندر پیدا ہو گئے تھے ہمیں بچالیا۔ ہماری جماعت کے ۹۷، ۹۸ فیصدی لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے اپنی طرزِ زندگی کو بدل کر سادہ غذاء اور سادہ لباس اور سادہ زندگی اختیار کر لی ہے۔ اگرچہ یہ ابھی ابتدائی قدم ہے مگر دھکّے کون سے ختم ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک رستہ بتا دیا ہے جسے ہم بیس سال میں معلوم نہ کر سکے وہ ایک دم بتا دیا اور ابھی جو کمزوریاں باقی ہیں اور سوشل و تمدنی زندگی میں جو تغیرات ابھی ضروری ہیں، ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور دھکّے لگا دے گا۔ ایسے دھکّوں کے ساتھ ہمارا امتحان بھی ہو جاتا ہے کہ ہم ان سے کتنا متأثر ہوتے ہیں اور اپنے کام کو کس طرح کرتے ہیں پس یہ بڑے فائدہ کی چیز ہے۔

میں تو جب ماضی پر غور کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رحمت کا ایک ایسا دروازہ ہمارے لئے کھول دیا گیا ہے جس کا شکریہ ہم ادا نہیں کر سکتے۔ ہم میں جو امیر غریب کا امتیاز تھا، بعض لوگ کئی کئی کھانوں کے عادی تھے، عورتوں میں زیورات، لیس و فیتے، گوٹا کناری کا رواج تھا، اسے دور کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ میں سوچتا تھا کہ ایک کو روکا جائے تو دوسرا کرے گا اور دوسرے کو منع کیا جائے تو تیسرا کرے گا مگر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ایک ایسا رستہ کھول دیا کہ سب کو بچالیا۔ گو میں نے اس کے لئے تین سال کی میعاد رکھی ہے مگر جب نیکی کی عادت ہو جائے تو پھر خواہ پابندی اُٹھا بھی دی جائے اس پر عمل رہتا ہے اسی طرح جب دوستوں کو ان باتوں کی عادت ہو جائے گی پھر میں خواہ اس قید کو اُڑا دوں تب بھی وہ کہیں گے کہ یہ ہمارے فائدہ کی بات ہے اسے کیوں چھوڑیں۔ ممکن ہے بعض واپس ہو جائیں اور یوں تو بعض کمزور اب بھی ہوں گے۔ ایسے لوگ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بھی تھے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی اور اب بھی ہیں ایسے لوگوں کو چھوڑ کر باقی جماعت کا بیشتر حصہ ایسا ہے جس نے تغیر پیدا کر لیا ہے اور ایسا صحیح قدم ہم نے اُٹھایا ہے کہ خدا کا فضل ہو تو کامیابی یقینی ہے۔ میں نے بارہا بتایا ہے کہ جب تک ہم ان اصولوں پر نہیں چلیں گے جن پر پہلے انبیاء کی جماعتیں گامزن ہوئیں، اس وقت تک کامیابی محال ہے۔ قرآن کریم میں بار بار یہ آیا ہے اور

اِس قدر کرات و مرات [2] اس کا ذکر ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی سورۃ بھی کم ہی ہوگی جس سے یہ بات نہ نکلتی ہو کہ ہر نبی پہلے نبی کے طریق پر آتا ہے۔ نبیوں کے ماننے والے پہلے ماننے والوں کے طریق پر ہوتے ہیں اور نہ ماننے والے پہلے نہ ماننے والوں کے طریق پر، اور قرآن میں یہ بات اس قدر وضاحت سے بیان ہے کہ جس طرح سورج کا انکار نہیں ہوسکتا اِس کا بھی نہیں ہوسکتا۔ تو انبیاء کی جماعتوں کے دشمنوں کی شرارتوں میں بھی مشابہت ہوتی ہے اسی طرح مؤمنوں کا بھی ایک سا ہی حال ہوتا ہے اور ان اصولوں سے بھٹک کر کامیابی محال ہے جو پہلے انبیاء کے ماننے والوں نے اختیار کئے ہمیں ایک نہ ایک دن اسی طریق پر آنا ضروری تھا جس پر صحابہ چلے اور یہ خدا کا کتنا فضل ہے کہ وہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کی زندگی میں ہی اس طریق پر لے آیا۔ ابھی ہم میں سینکڑوں ہزاروں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا اور ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کی موجودگی میں تغیر بہت محفوظ ہے۔ بعد میں آنے والے ممکن ہے ایسا تغیر کریں جو نقصان کا موجب ہو جائے۔ ان کی نیت تو نیک ہو مگر پھر بھی ایسا قدم اُٹھا بیٹھیں جو فساد کا موجب ہو جائے۔ دیکھو! عیسائیوں میں جب شہوت کا زور ہوا تو ان کے دینی پیشواؤں نے رہبانیت کی تعلیم دینی شروع کر دی۔ قرآن کریم میں انکے متعلق آتا ہے **وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا** [3] انہوں نے نیک ارادہ کے ساتھ قوم کو گمراہی اور تباہی میں ڈال دیا۔ اس لئے ہوسکتا تھا کہ بعد میں جو تغیرات ہوتے وہ خطرناک ثابت ہوتے۔ ہم میں ابھی سینکڑوں ہزاروں وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت سے مستفیض ہونے کا موقع دیا، ابھی بہت ہیں جنہوں نے آپ کے ہاتھوں میں پرورش پائی اور آپ سے براہ راست راہنمائی حاصل کی اس لئے ہماری زندگی میں تغیر ہو جانا مناسب تھا ورنہ ابھی بہت سے ابتلاء آنے والے ہیں اور ان کے علاج بھی ہوتے رہیں گے اور اگر یہ تغیر ہماری زندگیوں میں نہ ہوتا تو بہت ممکن تھا کہ بعد میں جو قدم اُٹھایا جاتا وہ غلط ہوتا اور جماعت کیلئے تنزل کا موجب بن جاتا۔ گو یہ کام ابھی ابتدائی حالت میں ہے مگر بہرحال ہم نے رستہ پالیا ہے۔

میں اس جگہ یہ بھی ذکر کر دینا چاہتا ہوں کہ میں نے جو سکیم بنائی تھی باوجودیکہ اس پر پانچ ماہ گزر چکے ہیں پھر ابھی تک ہم بجٹ بھی نہیں بنا سکے۔ میں نے جس وقت مطالبات کئے تھے اُس وقت دفتر کا

کوئی انتظام میرے ذہن میں بھی نہ تھا، تبلیغِ ہند کا اس میں کوئی حصہ نہ تھا اور اب معلوم ہو رہا ہے کہ قرآنِ کریم کی طباعت کے لئے روپیہ کو علیحدہ کر کے بجٹ ساٹھ ہزار کا ہوگا اور قرآن کی طباعت کے اخراجات شامل کر کے سترّ ہزار کا اور ظاہر ہے کہ جس کام کے شروع کرنے میں اتنا وقت لگے اُس کے نتائج بھی سالوں میں نکل سکتے ہیں بہر حال یہ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جگا دیا ہے ورنہ ہماری نماز قضاء ہو رہی تھی۔ ذرا غور کرو تم پر اللہ تعالیٰ نے کتنا فضل کیا کہ اپنا مسیح تمہیں دکھایا پھر دنیا پر تمہیں کیا اتنا بھی رحم نہیں آتا کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ ہی اسے دکھا دو۔ پچاس ساٹھ سال بعد یہ صحابہ ہم میں نہ ہوں گے غور کرو یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ ہم دنیا کو جا کر جب آپ کا پیغام سنائیں اور لوگ پوچھیں کہ وہ کہاں ہیں تو ہم کہہ دیں وہ فوت ہو گئے۔ اور جب وہ پوچھیں کہ کون لوگ ہیں جو آپ کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے تو کہہ دیں کہ وہ بھی فوت ہو گئے مجھے یہ واقعہ کبھی نہیں بھولتا میں جب انگلستان میں گیا تو وہاں ایک بوڑھا انگریز نَو مسلم تھا اسے علم تھا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیٹا اور خلیفہ ہوں مگر پھر بھی وہ نہایت محبت و اخلاص سے کہنے لگا کہ میں ایک بات پوچھتا ہوں آپ ٹھیک جواب دیں گے؟ میں نے کہا ہاں۔ وہ کہنے لگا کیا حضرت مسیح موعود نبی تھے میں نے کہا ہاں تو اس نے کہا اچھا مجھے اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ پھر کہنے لگا آپ قسم کھا کر بتائیں کہ آپ نے انہیں دیکھا؟ میں نے کہا ہاں میں ان کا بیٹا ہوں۔ اس نے کہا نہیں میرے سوال کا جواب دیں کہ ان کو دیکھا؟ میں نے کہا ہاں دیکھا۔ تو وہ کہنے لگا کہ اچھا میرے ساتھ مصافحہ کریں اور مصافحہ کرنے کے بعد کہا مجھے بڑی ہی خوشی ہوئی کہ میں نے اس ہاتھ کو چھوُا جس نے مسیح موعود کے ہاتھوں کو چھوُا تھا اب تک وہ نظارہ میرے دل پر نقش ہے وہ شخص گزشتہ سال ہی فوت ہوُا ہے اُسے رؤیا اور کشوف بھی ہوتے تھے اور وہ اس پر فخر کرتا تھا کہ اسلام لانے کے بعد اسے یہ انعام ملا ہے۔ تو مجھے اس کی یہ بات کبھی نہیں بُھولتی کہ کیا آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کو دیکھا ہے اور جب میں نے کہا ہاں تو کہا کہ مجھے بڑی ہی خوشی ہوئی ہے میں نے آپ کو دیکھا ہے۔

مجھے اس خیال سے بھی گھبراہٹ ہوتی ہے کہ وہ لاکھوں انسان جو چین، جاپان، روس، امریکہ، افریقہ اور دنیا کے تمام گوشوں میں آباد ہیں اور جن کے اندر نیکی اور تقویٰ ہے ان کے دلوں میں خدا کی محبت ہے مگر ان کو ابھی وہ نور نہیں ملا کہ ہم ان تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچائیں اور وہ

خوشی سے اُچھلیں اور کہیں کہ ہمیں حضرت مسیح موعود دکھلاؤ اور جب ہم کہیں کہ وہ فوت ہو گئے تو وہ پوچھیں کہ اچھا ان کے شاگرد کہاں ہیں؟ تو ہم انہیں کہیں کہ وہ بھی فوت ہو گئے احمدیوں کا یہ جواب سن کر وہ لوگ کیا کہیں گے۔ اگر ایسا ہو تو وہ ہمارے مبلّغوں کو کس حقارت سے دیکھیں گے کہ ان نالائقوں نے ہم تک پیغام پہنچانے میں کس قدر دیر کی ہے تو ہمیں پوری کوشش کرنی چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کی موجودگی میں ہم ساری دنیا میں احمدیت کا پیغام پہنچا دیں تا ہر ایک کہہ سکے کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ سے مصافحہ کیا ہے اور دنیا کے ہر ملک بلکہ ہر صوبہ میں بسنے والے لوگ اور ہر زبان بولنے والے اور ہر مذہب کے پیرو یہ کہہ سکیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ میں ہاتھ دینے والوں کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے۔ یہ اتنی بڑی خوشی ہے کہ اس سے ہمیں دنیا کو محروم نہیں رکھنا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ’’بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے‘‘[۴] اس کا یہ مطلب نہیں کہ کپڑوں میں برکت زیادہ ہوتی ہے بلکہ اس میں بتایا ہے کہ جب انسان نہ ملیں گے تو لوگ کپڑوں سے ہی برکت ڈھونڈیں گے ورنہ انسان کے مقابلہ میں کپڑے کی کیا حیثیت ہوتی ہے وہ کپڑا جو جسم کو لگا اُس ہاتھ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھ سکتا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ میں گیا اور وہیں پیوست ہو گیا آپ سے نور اور برکت لی اور آپ کے نور میں اتنا ڈوبا کہ خود نور بن گیا۔ کبھی ممکن نہیں کہ ایسے ہاتھ کو چُھونے سے تو برکت نہ ملے اور کپڑوں کو چُھونے سے ملے۔ کپڑوں سے برکت ڈھونڈنے سے مراد تو حالتِ تنزّل ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب لوگ آپ سے ملنے والوں کو ڈھونڈیں گے اور جب کوئی نہ ملے گا تو کہیں گے اچھا کپڑے ہی سہی اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے ایک وقت آئے گا کہ بادشاہ بھی آپ کے کپڑوں کے لئے ترسیں گے۔ پس براہِ راست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چُھونے والے انسان ہمیشہ نہیں رہ سکتے اور ہم سے یہ اتنی بڑی غفلت ہو رہی تھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں جگا دیا۔ احرار اور بعض حکام کی مخالفت کو گو ہم بُرا ہی کہیں مگر ہمارے دل کے گوشہ میں یہ بات ضرور ہے اور ہم اسے تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ چاہے نادانستہ ہی کیا ہے مگر کیا تو ان لوگوں نے ہم پر رحم ہی ہے اس لئے اے خدا! تو بھی ان پر رحم کر اور ان کو ہدایت دے دے۔ ہماری جماعت کے سامنے عظیم الشان کام ہے اس کی ذمہ داری بہت بڑی ہے، موت انسان کے لئے لازمی ہے اور مؤمن موت سے نہیں

ڈرتا مگر اس خیال سے ہی ہمارے دل کانپ جانے چاہئیں اور جسموں پر لرزہ طاری ہو جانا چاہئے کہ ہم دنیا کو ہدایت دینے سے پہلے فوت ہو جائیں اور دنیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہاتھ لگانے والوں کو بھی ہاتھ نہ لگا سکے اس لئے ان قربانیوں کے لئے تیار ہو جاؤ جو خدا ہم سے چاہتا ہے۔اب جو کچھ ہو رہا ہے یہ کچھ بھی نہیں۔ابھی بہت سے مراحل ہم نے طے کرنے ہیں۔پس سستیوں کو چھوڑ دو، غفلتوں کو ترک کردو۔بعض لوگ خیال کر لیتے ہیں کہ اس سال ہم نے چندہ دیدیا اب دنیا فتح ہو جائے گی مگر یہ چیزیں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔جس طرح دانہ کو کولھو میں ڈال کر پیلا جاتا ہے، تم جب تک اسی طرح نہ پیلے جاؤ گے اُس وقت تک دنیا میں امن اور دین قائم نہیں ہوسکتا۔

پس تم مطمئن مت ہو اور ان دُکھوں کو دکھ نہ سمجھو یہ تو صرف ہوشیار کرنے اور بیدار کرنے کے لئے ہیں اصل درد وہ ہے جو دل میں ہوتا ہے۔دیکھو! جس کے کپڑوں میں آگ لگی ہو وہ کس قدر شور مچاتا ہے پھر جس کے دل میں آگ لگی ہو وہ کس طرح آرام سے بیٹھ سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ایک جہنّم میں ڈالنا چاہتا ہے اور ایسی بڑی جہنّم کہ جس کی مثال کوئی نہیں وہ عشق و محبت اور دنیا کی خیر خواہی کی آگ ہے۔دیکھو! مجنوں عرب کا ایک معمولی سارئیس زادہ تھا جس کی حیثیت اِس زمانہ کے معیار کے مطابق شاید دس روپے کی بھی نہ ہو مگر عشق کی وجہ سے اسے ایسی شہرت ہوئی کہ کئی لوگ اس کا ذکر کرتے کرتے خود مجنوں بن جاتے ہیں، فرہاد ایک معمولی لوہار تھا مگر اس عشق کی وجہ سے جو اُسے ایک انسان سے تھا آج بادشاہ بھی شعروں میں اس کا ذکر پڑھتے اور سر دھنتے ہیں۔پس جس دل میں خدا کی محبت کی آگ ہو اُس کے اندر کتنا سوز ہونا چاہئے۔اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے جو جہنّم مقدر کر رکھی ہے وہ محبت کی جہنّم ہے جو شخص اپنے دل میں یہ جہنّم پیدا کر لے اسے خدا ہمیشہ کی جنّت عطا کرتا ہے اور اگر تم یہ سوز اپنے دلوں میں پیدا کر لو گے تو خود ہی قربانیاں کرتے جاؤ گے نہ تحریکِ جدید کی ضرورت ہو گی اور نہ تحریکِ قدیم کی۔جس کے کپڑوں میں آگ لگی ہو وہ خود بخود دَوڑا پھرتا ہے۔

پس یہ رنگ پیدا کرو اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو یہ پہلا قدم ہے جو اسی پر ٹھہر جائے گا وہ گر جائے گا۔تمہارے لئے آرام سے بیٹھنا مقدر نہیں آرام خدا کی گود میں ہی جا کر ملے گا اور اس دھکے کے بعد جو جماعت کو لگا ہے جو سستی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جماعت سے خارج کر دے گا۔اب وقت تمہارے لئے بہت نازک ہے اس لئے بہت احتیاط کرو۔اب تم ایسے مقام پر ہو کہ اس سے پیچھے قدم اُٹھانا

ہلاکت کا موجب ہوگا اور اس پر ٹھہرنا بھی ہلاکت کا موجب ہوگا پس ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' کہتے ہوئے آگے چلتے چلے جاؤ یہاں تک کہ موت تم کو خدا تعالیٰ کی گود میں ڈال دے۔

(الفضل ۱۷؍اپریل ۱۹۳۵ء)

---

۱ تذکرہ صفحہ ۵۳۸۔ ایڈیشن چہارم

۲ **کَرَّات و مَرَّات:** بار بار۔ متعدد بار

۳ **الحدید: ۲۸**

۴ تذکرہ صفحہ ۱۰۔ ایڈیشن چہارم